

۳: چھ شخص نے قربانی کی ایک گائے خریدی، ہر ایک نے ایک ایک حصہ دیا اور ایک حصہ کو وہی چھ شخص مل کر حضور ﷺ کے نام پر دیتے ہیں۔

مذکورہ مسائل میں ہمارے ملک میں بین العلماء اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ قربانی صحیح نہیں ہوگی اور بعض کہتے ہیں کہ صحیح ہوگی اور صحت کے قائلین اپنے دعویٰ کا ثبوت یہ پیش کرتے ہیں کہ ”اللؤلؤ والمرجان“ نامی رسالہ (جس کی تقریظ بنگلہ دیش کے چار بڑے مفتیوں نے کی ہے) کی یہ عبارت:

مسئلہ:

بیل، (۱) بھینس، اونٹ میں سات شخص شریک ہونا جائز ہے اور بکری میں صرف ایک حصہ ہے، اس سے زائد شریک ہونا جائز نہیں اور ایک حصہ پورا رکھنے کے بعد اگر

کسر ہو تو کوئی خرابی نہیں، کیونکہ اس کسر کوکل کا تابع قرار دینا ممکن ہے، مثلاً ایک تیل میں دو تین، چار پانچ چھ شخص شریک ہونے سے جو کسر لازم آتا ہے، اس میں پورا ایک حصہ صحیح سالم رہتا ہے، زائد میں کسر ہے، لہذا یہ جائز ہوگا، اب ایک تیل یا اونٹ میں مثلاً چھ آدمی چھ حصہ لیکر باقی ماندہ حصہ کو سب مل کر حضور ﷺ یا پیر کے لئے دینا چاہیں تو دے سکیں گے۔

حاشیة: (۱) فی البدائع : ولا شك فی جواز بدنة أو بقرة عن أقل من سبعة بأن اشترك اثنان أو ثلاثة أو أربعة أو خمسة أو ستة فی بدنة أو بقرة؛ لأنه لما جاز السبع فالزيادة أولى، وسواء اتفقت الأنصاء فی القدر أو اختلفت؛ بأن يكون لأحدهم النصف وللآخر الثلث وللآخر السدس بعد أن لا ينقص عن السبع. (ج: ۵ ص: ۷۷)

وفی الهدایة: ولو كانت البدنة بین اثنين نصفین تجوز فی الأصح لأنه لما جاز ثلاثة الأسباع جاز نصف السبع تبعاً له. (ج: ۴ ص: ۴۲۵)

اور امداد الفتاویٰ ج: ۳ ص: ۵۳۳ کے اس سوال اور جواب سے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرتے ہیں:

س: متوفی کی طرف سے قربانی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آیا اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے اس متوفی کو ثواب پہنچادے یا مثل دیگر شرکاء چندہ کے اس کا نام حصہ پر قرار دیکر قربانی کر لے۔ فقط۔

الجواب: دونوں طرح درست ہے۔

اور ناجائز کہنے والے حضرات، مولانا محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان کے اس قلمی فتویٰ سے استدلال پیش کرتے ہیں جس کو ہم استفتاء مع الجواب بطور استشہاد اس ایک ہی لفظ میں استفتاء ہذا کے ساتھ ارسال کر رہے ہیں۔

اب طلب امر یہ ہے کہ صحیح مسئلہ کو ہمارے سامنے پیش کریں، تاکہ ہم مطمئن ہو جائیں اور (اس کا نام حصہ پر قرار دیکر قربانی کر لیں) امداد الفتاویٰ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے، کیا میت کو مالک بنا دینا ہے؟ ورنہ اتنے آدمیوں کی طرف سے ایک حصہ قربانی کیسے صحیح ہوگا، اگر مالک بنانا مقصود ہو تو میت کیسے مالک ہوگا؟

بینوا بالادلة العقلية والعقلية

المستفتی احقر شفیق اللہ و محمد جعفر احمد غفر لهما اللہ

خادم جامعہ اسلامیہ ٹیکناف

چانگام بنگلہ دیش

مذکورہ مسئلہ سے متعلق مستفتی کی طرف سے مرسلہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا فتویٰ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع مبین کہ لوگ ایک سال کے لئے مزدور رکھتے ہیں، اس کی اجرت کے اندر ایک سال کا کھانا بھی داخل ہے، کیا اس مزدور کو اپنی قربانی کے گوشت سے کھانا کھانا جائز ہوگا یا نہیں؟ یعنی اس کی اجرت میں جو کھانا دیا جاتا ہے، اس کھانا کو اپنی قربانی کے گوشت سے کھلا سکتے ہیں یا نہ؟

۲: دیگر یہ ہے کہ محلہ میں بیس یا تیس گھروالوں پر ایک ایک سردار ہوتے ہیں جس کو ہمارے اصطلاح میں شماز کہتے ہیں، اب قربانی کرنے والے لوگ اپنی قربانی کے گوشت کو تین حصہ کرتے ہیں، ایک حصہ خود رکھتے ہیں اور دو حصہ ان شمازیوں کو دیتے ہیں اور اپنی قربانی کو چھیننا اور کوشا وغیرہ یعنی قصائی کا کام شمازیوں سے لیتے ہیں اور اگر کوئی شخص کام کرنے کے لئے حاضر نہ ہو تو ان کو سردار صاحب بہت برا بھلا کہتے ہیں، کبھی کبھی ان کو گوشت کے حصہ سے محروم کیا جاتا ہے اور جو لوگ کام کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں، وہ بھی محض گوشت کے خیال سے آتے ہیں، کیونکہ ان کو گوشت نہ ملے تو ہرگز کام کرنے کے لئے نہیں آئیں گے تو خلاصہ یہ ہے کہ شمازیوں سے قصائی کا کام لیکر ان کو

قربانی کے گوشت دینا جائز ہوگا یا نہ؟

۳: یہ ہے کہ چھ آدمی مل کر ایک نیل قربانی کے لئے خریدتے ہیں، اب چھ آدمی چھ حصہ کو از طرف خود اور ساتواں حصہ کو چھ آدمی مل کر حضور ﷺ کے لئے قربانی دیتے ہیں، اب یہ ساتواں حصہ قربانی ہوگی یا نہ اور نہ ہونے کی صورت پر باقی چھ حصہ قربانی میں فتور آئے گا یا نہ؟ بینوا تو جو روا عند اللہ الجلیل۔

جواب:- بہتر یہ ہے کہ قربانی کے ایام میں اس کے کھانے میں کچھ زیادتی کر دی جائے تاکہ قربانی کا گوشت معاوضہ ملازمت سے زائد ہو جائے۔

۲: ظاہر ہے کہ قربانی کا گوشت کسی خدمت کے معاوضہ میں دینا حرام ہے اور جو کسی نے دیا ہے، اس کی قیمت لگا کر اس قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

۳: ساتویں حصہ میں کئی آدمیوں کی شرکت کی وجہ سے یہ قربانی ناجائز ہوگی۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم  
بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

دارالعلوم کراچی

۲۱ صفر ۱۳۷۸ھ

جواب از حضرت والادامت برکاتہم العالیہ

۳: چھ آدمی مشترک طور پر گائے خریدیں اور ہر ایک شخص نے ایک ایک حصہ مکمل طور پر رکھا اور باقی ایک حصہ میں وہی چھ آدمی مل کر اپنے بجائے حضور اکرم ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا چاہیں تو اس صورت کے بارے میں کوئی صریح جزئیہ تو کتب فقہ میں تلاش کے باوجود نہیں مل سکا، البتہ قواعد کا متفقہ یہ ہے کہ ان کی اصل قربانی درست ہو جائے گی، لیکن ایک حصہ میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کی جو نیت ہے وہ درست نہیں ہوگی، یعنی ہر ایک کی طرف سے الخ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ جو شخص کسی جانور میں ایک حصہ اپنی واجب قربانی کے طور پر کر رہا ہو، وہ اسی جانور میں دوسرا حصہ نفلی قربانی یا کسی اور جہت کے لئے لے سکتا ہے یا نہیں؟

بعض حضرات مثلاً حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کی رائے یہ ہے کہ وہ دوسرا حصہ کسی اور جہت کے لئے نہیں لے سکتا، اور اگر وہ ایسی نیت کرے گا تو اس کی نیت کا عدم ہوگی اور دونوں حصوں سے واجب ہی ادا ہوگا، مثلاً کوئی شخص ایک پوری گائے کی قربانی کرے اور اس میں ایک حصہ اپنی واجب قربانی کا رکھے اور باقی چھ حصے مختلف لوگوں کے ایصالِ ثواب کے لئے رکھے تو اس قول کے مطابق باقی چھ حصوں میں ایصالِ ثواب کی نیت معتبر نہ ہوگی، بلکہ پوری گائے سے واجب قربانی ہی ادا ہوگی۔

لیکن دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ واجب قربانی کے ساتھ ایک شخص ایک ہی جانور میں متعدد حصے متعدد جہات کے لئے رکھ سکتا ہے، ان دونوں احوال کے مطابق صورتِ مسئلہ میں واجب قربانی ادا ہوگی، اور ایک حصہ میں ایصالِ ثواب کی نیت معتبر نہ ہوگی۔

پہلے قول کے مطابق تو ظاہر ہے کہ جب ایک شخص ایک جانور میں متعدد جہات کی نیت نہیں کر سکتا تو صورتِ مسئلہ میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کی جو نیت کی گئی وہ معتبر نہ ہوئی اور پورے جانور سے واجب قربانی ہی ادا ہوئی۔

البتہ دوسرے قول پر اشکال ہو سکتا ہے کہ جب ایک شخص ایک ہی جانور میں متعدد جہات

کے لئے حصہ لے سکتا ہے تو صورتِ مسئلہ میں چھٹے حصے کے اندر تمام افراد کی نیت معتبر قرار پائی اور چونکہ ایک حصہ میں چہرہ افراد شریک ہوئے جو خلافِ مشروع ہے، لہذا یہ چھٹا حصہ لحم بن گیا اور جب ایک حصہ لحم بن گیا تو کسی بھی حصہ کی قربانی درست نہ ہوئی۔

لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے مطابق بھی مذکورہ چہرہ افراد کی اصل واجب قربانی ادا ہو جائیگی، اس کی دلیل دو مقدمہ پر موقوف ہے:

۱: پہلا مقدمہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی قربانی کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس کے امر کے بغیر کرتا ہے تو درحقیقت وہ قربانی ذبح کرنے والے کی طرف سے ہوتی ہے، البتہ اس کا ثواب اس شخص کو پہنچتا ہے جس کی طرف سے قربانی کرنے کی اس نے نیت کی۔

قال العلامة الشامی تحت قول الدر المختار "وعن میت" ای لو  
ضحی عن میت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بها وعدم الأكل منها، و  
إن تبرع بها عنه له الأكل لأنه يقع على ملك الذابح والثواب  
للمیت۔ (رد المحتار ۵/۲۱۳)<sup>(۱)</sup>

(۱) الدر المختار مع رد المحتار کتاب الأضحية ج: ۶ ص: ۳۳۵ (طبع سعید)  
وفی العرف الشدی للكشمیری ج: ۳ ص: ۱۹۱ قال ابن وهبان فی منظومته:  
وعن میت بالأمر ألزم تصدقاً  
وإلا فكل منها وهذا المحرر۔

وفی التیسیر بشرح الجامع الصغیر للمناوی ج: ۱ ص: ۲۲۳ (طبع مكتبة الشافعی ریاض) (حرف  
الهمزة) (إذا ضحی أحدکم فلیأكل) ندبا مؤکدا (من أضحیته) ومن كبدها أولى قال تعالی فكلوا منها  
وأطعموا البائس الفقیر لكن إن ضحی عن غیره بإذنه کمیت أو صبی لیس له ولا لغيره من الأغنیاء الأكل الخ  
وفی فیض القدر للمناوی ج: ۱ ص: ۳۹۲ (طبع المكتبة التجارية الكبرى مصر) ويستحب إذا أكل  
وأهدی وتصدق أن لا یزید علی کله علی الثلث ولا تنقص صدقته عنه هذا کله فی النطوع أما الأضحية  
الواجبة بنحو نذر أو بقوله جعلتها أضحية فیحرم أكله منها ولو ضحی عن غیره بإذنه کمیت أو صبی  
فلیس له ولا لغيره من الأغنیاء الأكل۔

وفی رد المحتار ج: ۶ ص: ۳۲۲ (طبع سعید) (فرع) من ضحی عن میت یصنع كما یصنع فی أضحية  
نفسه من التصدق والأكل والأجر للمیت والملک للذابح. قال الصدر: والمختار أنه إن بأمر میت لا  
یاكل منها وإلا یأكل بزایة۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)

۲: دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جانور میں ساتویں حصے کی کوئی کسر (مثلاً نصف السبع یا ثلث السبع یا سدس السبع) تنہا لے تو وہ شرعاً قربانی نہیں ہوتی بلکہ لُحْم بن جاتی ہے، البتہ جس شخص نے کسی جانور میں کوئی سبع کامل لیا ہو تو اس کے ساتھ اگر وہ سبع کی کسر بھی لے لے تو وہ کسر بھی اصل کے تابع بن کر قربانی شمار ہوتی ہے، اس کی وجہ سے جانور لُحْم نہیں بنتا، یہ بات سوال ۲ کے جواب میں مفصل گزر چکی ہے۔ تاہم اطمینان کے لئے مندرجہ ذیل عبارتیں دوبارہ ملاحظہ ہوں:

(۱) ولا شك في جواز بدنة أو بقرة عن أقل من سبعة بأن اشترك اثنان أو ثلاثة أو أربعة أو خمسة أو ستة في بدنة أو بقرة؛ لأنه لما جاز السبع فالزيادة أولى، وسواء اتفقت الأنصاء في القدر أو اختلفت؛ بأن يكون لأحدهم النصف وللآخر الثلث وللآخر السدس بعد أن لا ينقص عن السبع. (بدائع الصنائع للكاساني ۱/۵<sup>(۱)</sup>)

(۲) ولو كانت البدنة بين اثنين نصفين تجوز في الأضح، لأنه لما جاز ثلاثة الأسباع جاز نصف السبع تبعاً له كذا في الهداية، وقال في الكفاية تحت قوله "في الأضح" هذا احتراز عن قول بعض المشايخ فإنهم قالوا: لا يجوز لأن لكل واحد منهما ثلاثة أسباع و نصف سبع، ونصف السبع لا يجوز في الأضحية، فإذا لم يجز

(گذشتہ سے پست) وفي الفتاوى الكبرى الفقهية على مذهب الإمام الشافعي ج: ۹ ص: ۳۸۲ (طبع دار الكتب العلمية بيروت) فلو ضحى عن غيره بإذنه كميت أوصى بذلك ليس له ولا لغيره من الأغنياء الأكل منه و به صرح الفقهاء في الميت و علله بأن الأضحية وقعت عنه أى الميت فلا يحل له أن المضحى الأكل منها إلا بإذنه أى الميت وقد تعدر فيجب التصديق عنه بجمعها.

(۱) كتاب النضحية فصل أما محل إقامة الوجوب (طبع سعيد) وفي طبع دار الكتب العلمية بيروت ج:

العض لم یجز الباقی، وقال بعضهم: یجوز وبه أخذ الفقیہ أبو  
 اللیث<sup>(۱)</sup> والصدر الشہید<sup>(۲)</sup> لأنه لما جاز ثلاثة الأسباع جاز نصف  
 السبع تبعاً، ووجه ذلك أن نصف السبع وإن لم یکن أضحية فهی  
 قرابة تبعاً للأضحية كما إذا ضحی شاة فخرج من بطنها جنین حی  
 فإنه یجب علیه أن یضحیه و إلا لم یجز تضचितه ابتداءً. (حاشیة  
 الهدایة للإمام اللکنوی<sup>(۱)</sup> (۳/۴۵/۳)

(۳) ومثله فی العنایة (۸/۷۱) و الهندیة (۸/۷۱)

ان دو مقدمات کی روشنی میں جب زیر بحث صورت کو دیکھا جاتا ہے تو اس کی حقیقت یہ  
 سامنے آتی ہے کہ مذکورہ چھ آدمیوں نے ایک حصہ میں حضور اکرم ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کی  
 جو نیت کی ہے حکم مقدمہ اولیٰ اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ قربانی انہیں کی طرف سے ہوگی، اور آنحضرت  
 ﷺ کو ایصال ثواب ہوگا اور جب قربانی انہیں کی طرف سے ہوئی تو اگر ان کا کوئی کامل حصہ اس  
 جانور میں نہ ہوتا تو یہ حصہ لم بن جاتا، کیونکہ کسر کی قربانی مستقلاً مشروع نہیں، لیکن چونکہ انہیں چھ  
 آدمیوں کے اسی جانور میں کامل حصے موجود ہیں، اس لئے چھ حصے کی کسر دوسرے مقدمے کے  
 مطابق کامل حصے کے تابع ہو کر درست ہو جائے گی، اس کی مثال بالکل ایسی ہوگی جیسے یہ چھ آدمی  
 جانور میں ایک ایک کامل حصہ لینے کے بعد ساتویں حصہ کے بارے میں یہ طے کرتے کہ یہ ہم سب  
 کی طرف سے مشترک ہوگا، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اس ساتویں حصہ کا ایک ایک سدس ہر شخص کا  
 ہوگا، ظاہر ہے کہ اس صورت میں ساتویں حصہ کی کسر کی وجہ سے حکم مقدمہ ثانیہ ان کی قربانی باطل نہ  
 ہوئی، بلکہ یہ کسر بھی اصل کے تابع ہو کر درست ہو جاتی ہے، بعینہ اسی طرح صورتِ مسئلہ میں بھی یہ  
 اصل قربانی درست ہو جائے گی، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کا مطلب حکم

(۱) کتاب الأضحية ج: ۳ ص: ۴۴۳ (طبع مکتبة رحمانیہ)

(۲) کتاب الأضحية ج: ۸ ص: ۴۳۰ (طبع رشیدیہ)

(۳) کتاب الأضحية الباب الثامن فیما یعلق بالشرکة فی الضحایا (طبع رشیدیہ کولتھ)



مقدمہ اولیٰ اپنی طرف سے قربانی کرنا ہے، وقد مر جوازہ۔

اب صرف یہ بات رہ جاتی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے لئے جو ایصالِ ثواب کیا ہے، آیا یہ ایصالِ ثواب درست ہوگا یا نہیں؟

اول تو اس مسئلے کا تعلق آخرت کے ثواب سے ہے، جس کے بارے میں نص کی غیر موجودگی میں کوئی یقینی حکم لگانا مشکل ہے، لیکن قواعد سے یہ ایصالِ ثواب درست معلوم نہیں ہوتا، اس لئے کہ ساتویں حصہ میں جو کسرواقع ہوئی وہ قربت تو ہے لیکن قربتِ مستقلہ نہیں، بلکہ واجبِ قربانی کے تابع ہے، لہذا صرف اس قربتِ تابعہ کا ایصالِ ثواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے اپنی فرض نماز میں جو مستحبات انجام دئے ہیں صرف ان مستحبات کا ثواب فلاں کو پہنچانا ہوں، اور ایسے ایصالِ ثواب کی کوئی نظیر شریعت میں نظر سے نہیں گزری۔

بالخصوص یہاں قربتِ تابعہ بھی ایسی ہے کہ اگر مہدی لہ خود اس کو انجام دیتا تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوتی، اس لئے اس کا ایصالِ ثواب اور زیادہ مخدوش ہے، اس کے علاوہ صرف ایک قربتِ ضمنیہ کا ثواب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کرنا، جبکہ قربتِ اصلیہ اپنی طرف سے ہو ذوقاً موہم سوء ادب معلوم ہوتا ہے، لہذا اس سے احتراز کرنا چاہئے، اور جب آنحضرت ﷺ کی طرف سے کوئی قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو مکمل حصہ کی قربانی کرنی چاہئے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کا جو فتویٰ سوال کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے وہ بظاہر نظر مذکورہ بالا تحریر کے خلاف معلوم ہوتا ہے، لیکن اس فتویٰ میں کافی اجمال ہے اور اس میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ

”ساتویں حصہ میں کئی آدمیوں کی شرکت کی وجہ سے یہ قربانی ناجائز ہوگی۔“

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف ساتواں حصہ میں ایصالِ ثواب کی نیت سے قربانی باطل ہوگی، نہ کہ اصل قربانی، اس صورت میں اس فتویٰ کا حاصل بھی وہی ہوگا جو اوپر ذکر کیا گیا۔

دوسرے اگر اس فتویٰ کی مراد یہی ہو کہ پوری قربانی باطل ہوگی، تو یہ احتمال بھی ہے کہ حضرتؒ کے پیش نظر وہ صورت ہو جبکہ ساتویں حصہ میں دوسرے کئی آدمیوں کی شرکت ہوگی ہو، نہ کہ ان آدمیوں کی جن کے کامل حصے اس جانور میں موجود ہیں۔ اور پیچھے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس صورت میں پوری قربانی باطل ہو جاتی ہے۔ اور اگر بالفرض فتویٰ کی مراد صورتِ مسئلہ میں پوری قربانی کا باطل ہو جانا ہے تو حضرتؒ نے اس مسئلے کے دلائل سے تعرض نہیں فرمایا، اور اگر حضرت قدس سرہ کی خدمت میں وہ امور پیش کئے جاتے، جن کا اوپر ذکر کیا گیا تو شاید ان کی رائے بھی قربانی کے جواز کی ہوتی۔ ان احتمالات کی موجودگی میں یہ محتمل فتویٰ مذکورہ بالا دلائل کو یکسر نظر انداز کرنے کے لئے کافی معلوم نہیں ہوتا۔

اسی فتویٰ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، کیونکہ حضرت قدس سرہ کا محتمل فتویٰ بھی ہم جیسوں کی مفصل تحقیق پر فوقیت رکھتا ہے۔

لیکن بار بار اصول و قواعد پر نظر کرنے اور کتبِ فقہ کی مراجعت کے بعد جو رائے فیما بیننا و بین اللہ قائم ہوئی، اہل علم کے سامنے اس کا اظہار بھی ضروری ہوا، اس بناء پر یہ تحریر لکھی گئی، تاہم چونکہ یہ تحریر قواعد کی بنیاد پر لکھی گئی ہے اور حضرتؒ کے فتویٰ کا ظاہر اس کے خلاف ہے، اس لئے یہ عین ممکن ہے کہ یہ ناچیز کے سوء فہم پر مبنی ہو، اس لئے اس بارے میں دوسرے علماء اہل فتویٰ سے بھی مراجعت کر لی جائے۔ ہذا ما منع لی فی ہذا الباب۔

واللہ اعلم  
احقر محمد تقی عثمانی